ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

فقہی مذاہب اربعہ کا تعارف اور تحقیقی و تقابلی جائزہ

The introduction of the four major schools of Islamic jurisprudence and an analytical and comparative assessment

☆**محمد شاہد:** اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج اوکاڑا
☆☆**محمد عبیداللہ :** لیکچرار ، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج اوکاڑا

Abstract
The four major schools of Islamic jurisprudence, known as the Sunni schools of Fiqh, have played a pivotal role in shaping Islamic legal thought and practice. This abstract presents an overview of these schools—Hanafi, Maliki, Shafi'i, and Hanbali—and provides an analytical and comparative assessment of their principles, methodologies, and legal reasoning. Each school has its distinct origins, development, and approaches to interpreting and applying Islamic law. The Hanafi school, founded by Imam Abu Hanifa, emphasizes rationality and flexibility in legal reasoning. The Maliki school, established by Imam Malik ibn Anas, relies on local customs and practices of Madinah. The Shafi'i school, founded by Imam Al-Shafi'i, emphasizes textual evidence from the Quran and Sunnah, as well as principles of analogy and juristic preference. The Hanbali school, established by Imam Ahmad ibn Hanbal, adheres strictly to textual sources and resists legal innovation. Through this comparative analysis, similarities, differences, strengths, and weaknesses among the schools are explored, fostering a deeper understanding of the diversity within Islamic jurisprudence. This study contributes to scholarly discourse on Islamic law and provides insights into the rich intellectual tradition of Fiqh.

Keywords :Sunni Fiqh Schools, Origins, Methodologies, Comparative Assessment, Diversity

تعارف

فقہی مذاہب اربعہ کا تعارف اور تحقیقی و تقابلی جائزہ وہ موضوع ہے جو اسلامی فقہ کی تاریخی، فلسفی، اور عملی ابعاد کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ اس موضوع میں فقہ اسلامی کی عظمت، فضیلت، علم فقہ کی ضرورت اور ارتقاء، مذاہب اربعہ کا تعارف، فقہ حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی کے اصول اجتہاد، اور تقابلی جائزہ پر غور کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے مطالعے کا مقصد ہے کہ ان مذاہب کے فقہی اصول، اجتہادی منصوبے، اور تصورات کو سمجھا جا سکے اور ان کے درمیان تشابہات اور اختلافات کو بہتر طریقے سے سمجھا جا سکے۔

فقہ کی لغوی واصطلاحی تعریف

لغوی اعتبار سے فقہ کا معنٰی ہے سمجھ بوجھ۔ کسی شے کا جاننا اور اس کی معرفت و فہم حاصل کرنا۔ علامہ راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں: فقہ کا لغوی معنٰی موجود علم سے غائب علم تک پہنچنا ہے اور اصطلاح میں: احکام شرعیہ کو جاننا ہے۔

میر سید جرجانیؒ فرماتے ہیں:

"فقہ کا لغوی معنٰی ہے متکلم کے کلام سے اس کی غرض کو سمجھنا اور اس کا اصطلاحی معنٰی ہے احکام شرعیہ کا علم جو ان کے دلائلِ تفصیلیہ سے حاصل ہو، ایک قول یہ ہے کہ فقہ، اس مخفی معنٰی سے واقف و آگاہ ہونا ہے جس کے ساتھ حکم متعلق ہوتا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ہے اور یہ وہ علم ہے جو رائے اور اجتہاد سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے اللہ عزوجل کو فقیہ نہیں کہا جاتا کیونکہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی"۔

فقہ کی اصطلاح کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: "نفس اور اس کے حقوق و فرائض کی معرفت کا نام فقہ ہے"[1] علامہ ابن عابدین شامیؒ فقہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: "فقہ کا لغوی معنٰی کسی چیز کو جاننا اور اصطلاح میں ان احکام شرعیہ فرعیہ کا جاننا جو اپنے تفصیلی دلائل (قرآن و سنت، اجماع اور قیاس) سے اخذ کئے گئے ہوں"۔ علامہ تفتازانی، امام اعظم ابو حنیفہؒ سے اس کی تعریف یوں نقل کرتے ہیں: "نفس کا اپنے نفع اور نقصان کی چیزوں کو جان لینا "

فقہ کا موضوع اور غرض وغایت

فقہ کا موضوع، مکلّف آدمی کا فعل (فرض، واجب، سنت و مستحب، یا حلال و حرام) جس کے احکام سے اس علم میں بحث ہوتی ہے۔ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ سعادت دارین کی کامیابی یعنی خود بھی احکامِ الٰہیہ پہ عمل پیرا ہو اور دوسروں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دے۔

فقہ اسلامی کی عظمت وفضیلت

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: علم کی بنیاد تین چیزیں ہیں، ان کے علاوہ زائد چیزیں ہیں: محکم آیت، صحیح سُنت (جو منسوخ نہ ہو) اور انصاف پہ مبنی وراثت کی تقسیم (یعنی یہ تین علوم اصل ہیں اور باقی ان کی فرع اور ان کی طرف راجع ہیں)۔ اس حدیث پاک کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے امام شافعیؒ یوں بیان فرماتے ہیں: "قرآن و حدیث اور فقہ دینی کے علاوہ تمام علوم ایک مشغلہ ہیں"۔[2] اس لیے سیدنا عمر فاروقؓ ارشاد فرماتے ہیں: "سردار بننے سے پہلے فقہ (دین کی سمجھ) حاصل کرو"۔ حضرت محمد بن حنفیہؒ نے اپنے والد حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت بیان کی ہے، فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) !"اگر ہمیں ایسے معاملے کا سامنا ہو جسکے متعلق (قرآن و سنت میں) بیان یعنی امر اور نہی موجود نہ ہو تو آپ (ﷺ) ہمیں کیا حکم ارشاد فرمائیں گے؟ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

" فقہاء و عابدین سے مشورہ کرنا اور ایک خاص (فرد واحد) کی رائے کو نافذ نہ کرنا"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (بخاری)

"اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ "دین کے مسائل و احکام اس کی علتیں، ان کے مواقع استعمال، ان کی تفہیم و تخصیص کے مواقع سب اس کے اندر آجاتے ہیں۔[3]

علامہ ابن نجیمؒ نے فقہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] ائمہ اربعہ، سیرت، عقائد اور فقہی خدمات، ص:18

[2] فتاوٰی رضویہ لاہور، ج:23، ص:630

[3] ائمہ اربعہ کی اہمیت اور فقہ حنفی کی خصوصیات، ص:24

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

" علم فقہ، عظمت میں تمام علوم سے بڑھا ہوا ہے اور اجر کے اعتبار سے بھی سب سے عظیم ہے، علم فقہ اپنے مقام و رتبہ اور فائدہ کے اعتبار سے بھی بہت بلند ہے اور وہ آنکھوں کو نور اور جِلا بخشتا ہے، دل کو سکون اور فرحت بخشتا ہے اور اس سے شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے"۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ اس کی عظمت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

" تمام علوم میں قدر و منزلت اور مقام و رتبہ کے اعتبار سے سب سے بہتر علم فقہ ہے، اس لیے کہ علم فقہ تمام علوم تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، اسی وجہ سے ایک متقی فقیہ ہزار عابدوں پر بھاری ہوتا ہے، علم فقہ کو حاصل کرنا چاہیے، اس لیے کہ علم فقہ نیکی اور تقویٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ہر دن علم فقہ سے مستفید ہوتے رہنا چاہیے، اس کے سمندر میں غوطہ زنی کرنا چاہیے"۔

فقہ اسلامی کا دائرہ کار

فقہ دراصل انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کرتی ہے اس میں عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قربانی، اعتکاف، نذر وغیرہ)، معاملات (خرید و فروخت، شرکت، رہن و کفالت، ھبہ، عاریت، اجارہ وغیرہ)، عقوبات (شرعی حدود، قتل و جنایت کی سزاء، تعزیر وغیرہ)، عائلی قانون (نکاح و طلاق، فسخ و تفریق، عدت و ثبوت نسب، نفقہ و حضانت، ولایت، میراث، وصیت وغیرہ)، ملکی قوانین (حقوق و فرائض) بین الاقوامی قوانین (دو قوموں کے درمیان تعلقات و معاہدات اور حقوق و فرائض سے متعلق قوانین) اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب امام محمدؒ کی " کتاب السیر" ہے۔ مستشرقین کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے۔ اس تفصیل سے فقہ اسلامی کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس نے کس عمدگی سے زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے اندر سمویا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور رسالت مآب (ﷺ) کے دور مبارک سے لے کر خلافتِ عثمانیہ کے سقوط تک فقہ اسلامی نے ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے قابل لحاظ حصہ پر فرمانروائی کی ہے، یہ چیز فقہ اسلامی کی جامعیت اور ہمہ گیریت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

علم فقہ کی ضرورت وارتقاء

اللہ عزوجل نے انسانوں کی رشد و ہدایت اور کامل عبودیت کیلئے قانون قرآن و سُنت کی صورت میں نازل فرمایا ہے، وقت بدلنے کے باوجود قرآن و سنت ہر لحاظ سے زندگی میں پیش آنے والے ہر مسئلے کا احسن انداز میں پیش فرماتے ہیں لیکن یاد رہے قرآن پاک کے اکثر احکام مبارکہ مجمل ہیں مزید یہ کہ ہر آدمی کچھ وجوہات (وسعت علمی نہ ہونے یا عربی زبان پہ عبور نہ ہونے کی وجہ سے اور دیگر وجوہات کی بنا پہ) بلاواسطہ قرآن پاک سے استفادہ نہیں کر سکتا اور اسلامی فتوحات کے بعد عربی زبان میں آمیزش اور دیگر زبانوں کے اثر و رسوخ کی وجہ سے بنیادی مسائل کو سمجھنے میں دُشواری پیدا کر دی، جس کی وجہ سے مسائل کے واضح حل کیلئے فقہ کی تدوین کی ضرورت لازمی طور پر محسوس ہوئی۔ اس طرح وقت و ضرورت کے تقاضے ایک نئے علم کی تدوین کا باعث بنے، جس کو **"علم الفقہ"** کے نام سے موسوم کیا گیا یہ یاد رہے کہ عہد رسالت مآب (ﷺ) ہی میں فقہ و فتاویٰ کی بنیاد رکھی جا چکی تھی، سیدی رسول اللہ (ﷺ) کے دور مبارک میں جہاں امور دینیہ و دنیویہ کو حل کرنے کیلئے انفرادی و اجتماعی غور و فکر ہوتا تھا وہیں اجتماعی اور شورائی اجتہاد کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس مقصد کیلئے فقہاء صحابہ کرامؓ کی ایک مستقل کمیٹی قائم فرمائی، تابعین کے دور میں بھی مدینہ منورہ میں اس زمانہ کا سب سے بڑا اور لائق اعتبار دار الافتاء تھا، بعد میں امام اعظم ابو حنیفہ،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبلؒ نے اسی منہج و طریق کو مزید وسعت کے ساتھ اختیار کیا اور ایسی عظیم الشان اور وسیع و جامع فقہ کی بنیاد رکھی۔

ڈاکٹر حمید اللہ، تاریخ فقہ میں لکھتے ہیں:

> ''عہد رسالت کے بعد جب اسلام کی حدود بہت بڑھ گئیں، قیصر و کسریٰ کی حکومتیں اسلام کے زیر نگیں ہو گئیں، یورپ میں اندلس تک افریقہ میں مصر اور شمالی افریقہ تک اور ایشیا میں ایشیائی ترکستان اور سندھ تک اسلام پھیل گیا تو اسلام کو نئے تمدن، نئی تہذیب اور نئی معاشرتوں سے سابقہ پڑا وسائل اور مسائل کی نئی نئی قسمیں پیدا ہو گئیں تو تابعین کے آخر عہد میں علمائے حق کی ایک جماعت نے کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر اس کے مقرر کردہ قوانین و حدود کے مطابق ایک ایسا ضابطہ حیات مرتب کرنا چاہا جو ہر حال میں مفید، ہر طرح مکمل اور ہر جگہ قابل عمل ہو''۔[4]

فقہی مذاہبِ اربعہ کا تعارف اور تحقیقی و تقابلی جائزہ

فقہ حنفی

فقہ حنفی کی نسبت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے، جو کوفہ کے رہنے والے تھے، اس فقہ کو فقہ اہل الرائے بھی کہا جاتا ہے، اور کوفہ ہی میں عبداللہ بن مسعود کا حلقہ درس قائم تھا، آپ کے بعد اس مسند پر مختلف فقہاء مسند نشین رہے یہاں تک کہ امام اعظم اس پر جلوہ افروز ہوئے، اور فقہ حنفی کی بنیاد رکھی گئی۔ امام اعظم کا نام نعمان بن ثابت زوطی ہے، آپ کا تعلق خراسان کے علاقے کابل سے تھا، البتہ آپ کی طرف غلامی کی نسبت کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں آپ کو مولی بنو تمیم کہا گیا ہے، جبکہ اسماعیل بن حماد سے مروی ہے کہ آپ کے اباء و اجداد کبھی غلام نہیں. اس بات پر سب ہی مؤرخین کا تقریباً اتفاق ہے کہ امام اعظم کی تاریخ پیدائش 80 ہجری اور تاریخ وفات 150 ہجری ہے۔ اسی طرح اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے، کہ آپ کی وفات جیل میں ہوئی۔ البتہ سبب وفات کے متعلق دو اقوال ملتے ہیں: ایک قول کے مطابق آپ کی وفات زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو ڑے مارنے کے نتیجے میں شہید ہوئے۔

امام اعظم نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے اس پر تمام اہل علم متفق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان کی زیارت یا سماع کیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ بہت سارے محدثین اور مورخین اسبات کے قائل ہیں کہ آپ نے زیارت کا شرف حاصل کیا ہے، بعض اس بات کے بھی قائل ہیں کہ آپ نے صحابہ سے روایات بھی اخذ کی ہے۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ نے صرف زیارت کی ہے، تب بھی آپ شرف تابعیت سے مشرف ہیں کیونکہ جمہور محدثین کے ہاں تابعی کے لئے صرف رؤیت کافی ہے، چنانچہ الصیمری نے انس بن مالک کے علاوہ جن صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے، جن کی رؤیت امام صاحب کے لئے ثابت ہے، ان میں سے عبداللہ بن الحارث، واسلۃ بن الاسقع، عائشہ بنت عجرد، عبداللہ بن ابی اوفی، عمرو بن حریث، اور ابو الطفیل عامر بن واللہ رضی اللہ عنہم ہیں.

امام اعظم نے اپنے شیخ حماد بن ابی سلمہ کی صحبت علمی سے ان کی وفات تک استفادہ کیا اور ان کے بعد ان کے مند علمی کے جانشین قرار پائے۔ اگرچہ ابتداء میں جانشین بننے کے لئے حماد بن ابی سلمہ کے بیٹے اسماعیل کا نام زیر غور تھا۔ لیکن ان کا ذاتی رجحان چونکہ ادب اور شعر کی طرف تھا، اس لئے امام صاحب اس مسند پر سب سے موزوں شیخ کے طور پر بٹھائے گئے۔ چنانچہ امام اعظم نے اس سلسلے کو بطریق احسن آگے بڑھایا اور فقہ الواقع کے علاوہ فقہ النظری کی بنیاد ڈالی، جو اس امت پر آپ کا بڑا احسان ہے۔

---

[4] خطباتِ بہاولپور، ص: 69

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

فیروز آبادی کی "**المرقاۃ الوفیہ فی طبقات الحنفیہ**" میں لکھا ہے کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے وہ اصحاب جنہوں نے فقہ حنفی کو مدون کیا ہے ان کی تعداد چالیس ہے۔ان ہی میں سے امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ ہیں۔[5]

استنباط کا طریقہ کار

امام ابو حنیفہ نے فقہی مجلس قائم کی تھی۔ گویا اجتماعی اجتہاد کی داغ بیل ڈالی گئی۔ یہاں فقہی مسائل پر بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا، جس میں تمام علوم وفنون کے ماہر موجود ہوتے تھے۔اس مجلس میں بحث کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ کوئی ایک مسئلہ مجلس کے سامنے رکھا جاتا تھا اور اس پر سب ارکان مجلس اظہار خیال کرتے تھے یہ علمی مناقشہ کئی دنوں بلکہ مہینوں تک جاری رہتا تھا۔ یہاں کا ماحول شورائی اور جمہوری ہوتا تھا، کسی کو استبداد حاصل نہیں تھی، بالاخر اراکین مجلس کسی ایک نتیجے پر پہنچ ہی جاتے تھے، اور اختلاف کی صورت میں اس کے ساتھ ساتھ اختلافی نوٹ بھی تحریر کئے جاتے تھے۔ آج کے دور میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا نے گلوبل ویلج کی شکل اختیار کرلی ہے، لوگوں کے ایک دوسرے سے تعلقات اور ایک دوسرے پر انحصار بڑھ گیا ہے اس تناظر میں عہد قدیم سے مسائل کے حل کے لئے امام اعظم نے جو طرح ڈال دیا ہے دور جدید میں مختلف اجتماعی اجتہاد کے اداروں کے لئے یہ ایک زبردست منہاج فراہم کرتا ہے۔

فقہ حنفی کی جامعیت

فقہ حنفی کے بانی اور مؤسس امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنے دور میں کبار شیوخ سے استفادہ کیا۔ چنانچہ کوفہ کا علمی مرکز سیدنا علی اور سیدنا ابن مسعود کا علمی امین تھا۔ جہاں سے آپ نے علمی تشنگی کو سیراب کیا۔اسی طرح آپ نے نافع مولی بن عمر سے استفادہ کیا۔اور مکہ میں عطاء بن ابی رباح جو عبداللہ بن عباس کے علمی امین تھے، ان سے آپ نے استفادہ کیا۔ چنانچہ کبار صحابہ کرام اور اہم علمی مراکز سے اخذ علم کے بعد آپ نے استنباط احکام کا کام شروع کیا۔

فقہ حنفی کے اصول اجتہاد

اجتہاد اور استنباط احکام کے بارے میں امام اعظم کے بنیادی اصول جس کی توضیح آپ نے خود فرمائی ہیں کہ جب میں کسی مسئلے کا حکم دیکھنا چاہوں تو سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ السلام میں تلاش کرتا ہوں۔ اگر ان دو مصادر میں نہ پاؤں تو اقوال صحابہ میں سے جس کو چاہوں اختیار کرتا ہوں۔اس عبارت سے جو اصول مترشح ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ احناف کے ہاں سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ مسلم اور پھر قول صحابی کو استنباط احکام میں فوقیت حاصل ہے، اسی طرح اجماع اور قیاس بھی ان کے ہاں مسلم مصادر میں شامل ہیں۔

خبر واحد کی حجیت اور شرائط

جہاں تک خبر واحد کی حجیت کا تعلق ہیں تو احناف کے ہاں وہ علم یقینی کا مصدر تو نہیں البتہ ظنیات سے تعلق رکھتا ہے۔اس لئے موجب علم یقینی تو نہیں البتہ موجب عمل ہے۔اسی طرح امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں، کہ خبر واحد کے باب میں اصل ہمارے ہاں یہ ہے کہ یہ استنباط احکام میں حجت ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ خبر واحد کا منکر اگر کسی تاویل کی بنیاد پر انکار کرے تو وہ کافر نہیں ہوتا البتہ اگر تاویل کے بغیر انکار ہو تو گمراہ کہلائے گا۔ لیکن خبر

[5] فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، ص:70

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

واحد کی حجیت کے لئے جو شرائط رکھی گئی ہیں امام ابوزہرہ اس کے بارے میں رقم طراز ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے سے اقوی دلیل کے معارض نہ ہو۔اسی طرح اجماع اور عمل صحابہ کے مخالف بھی نہ ہو اور اس کا تعلق ان امور سے نہ ہو جو عام طور اعلانیہ نظر آتے ہو اور راوی کا اپنا عمل اس کے مخالف نہ ہو۔اگر روایت بالمعنی ہو تو راوی فقیہ ہونا چاہئے،اس لئے فقیہ راوی کی روایت کو غیر فقیہ پر ترجیح دی جائے گی۔

حدیث مرسل کی حجیت

مراسیل کی حجیت کے بارے میں ابو بکر جصاص کی تصریح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب صحابہ اور تابعین کے مراسیل کو حجت مانتے ہیں۔اور میرے نزدیک تبع تابعین کی مرسل روایات بھی حجت ہیں۔بشرطیکہ ارسال کسی ثقہ راوی کی طرف سے ہو اور یہ متعین ہو جائے کہ راوی ثقہ ہے۔

قول صحابی کی حجیت

اقوال صحابہ میں سے وہ قول جو مدرک بالقیاس نہ ہو تو وہ حجت ہے۔البتہ اگر مدرک بالقیاس ہو تو جمہور احناف کے ہاں وہ بھی حجت ہے جبکہ بعض اس کی عدم حجیت کی طرف گئے ہیں۔

استحسان کی حجیت

اسی طرح احناف کے ہاں ایک مصدر استحسان ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیاس ظاہری کو چھوڑ کر قیاس خفی کو کسی اقوی وجوہ کی بناء پر اختیار کیا جائے۔

شرائع من قبلنا کی حجیت

وہ شرائع جو شریعت محمدیہ اس اسلام سے پہلے گزر چکی ہیں ان کا اتباع لازمی ہے یا نہیں؟اس بارے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر وہ منسوخ ہوئی ہیں تو اس صورت میں ان پر عمل نہیں کیا جائے گا،کیونکہ نسخ رفع حکم کو مستلزم ہے۔البتہ اگر اس کے بارے شریعت اسلامیہ نے منسوخ ہونے کا حکم نہ دیا ہو تو اس کا اتباع لازمی ہے۔صاحب تلویح نے اس کی صراحت کی ہے کہ وَمَا بَقِيَ لزمنا الاتِّبَاعُ عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَةٌ لِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ منسوخ احکام کے علاوہ جو احکام رہ گئے ان کا اتباع لازمی ہے اور وہ بمنزلہ شریعت محمدی کے ہے کیونکہ شریعت محمدی اسے منسوخ نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی توثیق کی گئی ہے اور اس کے حکم کو برقرار رکھا گیا ہے۔لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ان احکام کی صراحت نصوص شرعیہ میں موجود ہو،چنانچہ امام سرخسی نے اس کی توضیح اس طرح کی ہے،اس بارے اصح قول احناف کے ہاں یہ ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنت سے ثابت ہو کہ یہ احکام ہم سے ماقبل شرائع کا حصہ تھے تو ہم اس پر عمل کریں گے جب تک اس کا منسوخ ہونا واضح نہ ہو جائے۔

فقہ مالکی

مالکی (عربی: مالكي) اہل سنت میں فقہ کے چار مذاہب میں سے ایک ہے۔آٹھویں صدی عیسوی میں مالک بن انسؒ نے اس کی بنیاد رکھی۔قرآن اور احادیث مالکی مذہب کے بنیادی مآخذ ہیں۔دوسرے اسلامی فقہوں کی طرح مالکی مذہب بھی مدینہ کے لوگوں کی رائے کو شریعت کا مستند ذریعہ خیال کرتا ہے۔مالکی مذہب اہل سنت کے بڑے گروہوں میں سے ایک ہیں، شافعی مذہب اور مالکی مذہب کے پیروکار برابر تعداد میں ہیں، لیکن حنفی مذہب سے تعداد میں کم ہیں۔مالکی عقیدے پر مبنی شریعت پر عمل زیادہ تر شمالی امریکا، مغربی افریقا، چاڈ، سوڈان، کویت، بحرین، امارت دبئی (یو اے ای) اور سعودی عرب کے شمال مشرقی حصوں میں کیا جاتا ہے۔ہر وہ ملک جہاں مسلمان رہتے ہیں، وہاں پر کم یا زیادہ چاروں اماموں کے پیروکار موجود ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

قرون وسطی کے عہد میں مالکی مذہب اسلامی یورپ بالخصوص الاندلس اور امارت صقلیہ میں بھی موجود تھا۔تونس میں مسجد عقبہ انیسویں صدی سے گیارہویں صدی عیسوی تک مالکی تعلیمات کی اہم تاریخی مرکز رہی۔فقہ مالکی کی نسبت امام مالک بن انس کی طرف کی جاتی ہے۔آپ پورا نام مالک بن انس بن مالک بن عامر الأصبحي المدنی ہیں جن کی تاریخ وفات 179 ہجری ہے۔آپ کی تاریخ پیدائش 93ہجری ہے۔

آپ امام دارالھجرۃ کہلاتے تھے۔اور حب رسول اللہ اسلم کا یہ عالم تھا کہ آپ ساری زندگی مدینہ ہی میں گزاری،روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر آپ احادیث مبارکہ کا درس دیا کرتے تھے۔امام مالک مجتہد مطلق کے درجے پر فائز تھے۔اللہ نے آپ کو علمی کمالات سے نواز رکھا تھااور ایک پورا فقہی مکتبہ فکر آپ کی طرف منسوب ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر کے حلقہ درس کی کڑیوں کے ساتھ آپ کی وابستگی رہی اور نافع مولی بن عمر سے حدیث اخذ کی۔چنانچہ آپ مدینہ کے فقہی ورثہ کے امین ٹھہرے۔آپ کی کتاب المؤطام حدیث اور فقہ دونوں کے میدان میں نہایت وقیع کتاب سمجھی جاتی ہیں۔کیونکہ یہ فقہی منہج پر لکھی گئی منقولہ روایات پر مشتمل ہے۔المدونۃ الکبری خالص فقہی کتاب ہے،جو ان فروعات پر مشتمل ہیں جن کے بارے میں امام مالک نے خود فتوی دیا ہے،یا جو امام مالک کے اصول کی بنیاد پر عبدالرحمن بن قاسم نے اخذ کئے ہیں۔

آپ بھی ابتلاء و مصائب سے دو چار ہوئے ، چنانچہ جب آپ یمن میں مقیم تھے تو آل علی کی حمایت کے جرم میں گرفتار کئے گئے ، اور آپ کے قتل کا حکم جاری ہو گیا لیکن اللہ نے آپ کو موت کے منہ سے بچالیا ، کیونکہ خلیفہ ہارون رشید پر جب آپ کی صلاحیت اور علمی لیاقت کاانکشاف ہوا تو اس نے آپ کے رہائی کا پروانہ جاری کر دیا۔[6]

فقہ مالکی کے اصول اجتہاد

امام مالک کے اصول اجتہاد میں بھی **کتاب اللہ اور سنت رسول** ﷺ سب سے مقدم ہیں۔چنانچہ اس بارے میں شاہ ولی اللہ کی رائے یہ ہے کہ فقہ مالکی میں کتاب اللہ کے بعد سب سے مقدم درجہ سنت نبوی ﷺ کو حاصل ہے چاہے متصل ہو یا مرسل ہو۔اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے،اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ اس کے بعد دوسرے مدنی صحابہ کے فتاوی کا درجہ ہیں۔اس کے بعد مدینہ کے مشہور اصحاب افتاء **سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، قاسم، سالم، سلیمان بن یسار، ابو سلمہ، ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث، ابو بکر بن عمرو بن حزم، رضی اللہ عنھم اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ** کے فتاویٰ کو اہمیت حاصل ہیں۔[7]

امام ابن العربی نے ترتیب ادلہ شرعیہ کچھ یوں ذکر کی ہے:

> "پہلے کتاب اللہ میں تلاش کرے اگر اس میں نہ پائے تو سنت رسول اللہ اسلام میں طلب کرے اگر اس میں بھی کوئی حل نہ مل سکے تو مسائل صحابہ اور قضایا تابعین میں ڈھونڈھنا چاہیے خواہ وہ اجماعی ہو یا اختلافی ہو۔"

حدیث مرسل کی حجیت

معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے مالکیہ کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے۔چنانچہ مراسیل کے بارے میں الاشارہ میں تصریح ہے کہ: .اور مراسیل کے قبول ہونے کی بابت امام مالک رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ مرسل روایت قابل قبول ہے بشرط یہ کہ اس کا ارسال کرنے والا عادل

[6] ائمہ اربعہ کے مذاہب اور ان کے دلائل،ص:44

[7] ص:131 فقہ اسلامی۔۔تدوین وتعارف،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ہو اور اپنی روایت کو جانتا ہو تو مسند کی طرح مرسل بھی مقبول ہو گی۔ چنانچہ مالکی مذہب میں بہت سارے مسائل کی بنیاد مرسل روایات ہیں، اس کی ایک مثال ایک گواہ کے ساتھ قسم کا مسئلہ ہے جس میں امام مالک اس کے قائل ہے جبکہ اس سے متعلق روایت مرسل ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں مرسل کی قبولیت دو شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے: ایک راوی کا عادل ہوتا ہے اور دوسرا فہم روایت ہے۔ کیونکہ جب خبر کا انحصار ایک شخص پر ہو تو عدالت کا ہونا ضروری امر ٹھر جاتا ہے جبکہ فہم روایت کی صلاحیت اس کے اخذ میں غلطی کے امکان کو ختم کر دیتا ہے، اس لئے ان دو شرائط کا وجود لازمی قرار دیا گیا ہے۔

خبر واحد کی حجیت

خبر واحد کی حجیت کے لئے مالکیہ نے جو شروط بیان کی ہے ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اہل مدینہ کے تعامل کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ ان کے ہاں تعامل اہل مدینہ تواتر کے درجے میں ہے اس لئے اسے مقدم رکھا جاتا ہے، یہ نسبت خبر واحد کے کیونکہ متواتر اس پر مقدم ہے۔ خبر واحد کے مفید علم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ یہ مفید علم یقینی نہیں البتہ موجب عمل ہے، اس بارے میں المحصول میں اس کی توضیح کی گئی ہے کہ جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے تو وہ موجب عمل ہے نہ کہ علم اور وہ مطلق خبر واحد ہے۔

شرائع من قبلنا کی حجیت

ما قبل شرائع کے بارے میں مالکیہ کا موقف بھی وہی ہے جو احناف اصولیین نے اختیار کیا ہے چنانچہ اس بارے میں تصریح یہ ہے کہ

اور ہمارے ہاں مختار قول یہ ہے کہ ما قبل شرائع پر عمل عقلی طور پر محال نہیں ہے جب تک کہ ہماری شریعت میں اس کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو۔

دیگر ماخذ

مالکیہ کے ہاں دیگر مصادر کے بارے میں تصریح یہ کی گئی ہے کہ:

مصالح مرسلہ کی بنیاد پر عرف اور اجماع اہل مدینہ کی بنیاد پر استنباط احکام میں دلیل کو ترک کرنا ہے اسی طرح یسر کے لئے دفع مشقت ہے تاکہ مخلوق خدا کے لئے وسعت پیدا ہو جائے اور انہیں تنگی سے بچایا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام مالک کے استنباط احکام کے مصادر میں سے کتاب اللہ، سنت رسول الم، تعامل اہل مدینہ، اجماع، قیاس، مصالح مرسلہ اور شرائع من قبلنا شامل ہیں۔

فقہ شافعی

شریعت اسلامی کی اصطلاح میں امام شافعی رحمہ اللہ کی فقہ پر عمل کرنے والے مسلمان شوافع کہلاتے ہیں۔ فقہ شافعی اور فقہ مالکی کے ماننے والوں کی تعداد فقہ حنفی کے بعد سب سے زیادہ ہے اور آج کل ان کی اکثریت ملائیشیا، انڈونیشیا، حجاز، مصر و شام اور مشرقی افریقا میں ہے۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی بھی کافی وسیع ہے۔ فقہ شافعی کے بانی امام محمد بن ادریس الشافعی ہیں۔ رجب ۱۵۰ھ میں امام ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی اور اسی ماہ وسن میں امام شافعی پیدا ہوئے۔ بلکہ بعض تذکرہ نگاروں نے یہاں تک کہا کہ جس روز ابو حنیفہ کی وفات ہو ہوئی، وہی امام شافعیؒ کا یوم ولادت ہے۔

جس طرح امام ابو حنیفہؒ کو چاروں ائمہ مجتہدین میں تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے اس طرح امام شافعیؒ کو **ہاشمی النسب** ہونے کا شرف حاصل ہے۔ عبد مناف پر جا کر آپ کا سلسلہ نسب رسول ﷺ سے جا ملتا ہے۔ شافعی آپ کے جد اعلیٰ تھے اسی لیے شافعی انہیں کی طرف نسبت ہے۔ والد ادریس تبالہ کے رہنے والے تھے جو حجاز میں چھوٹا سا ایک گاؤں ہے۔ مگر انہوں نے اوائل عمر ہی میں تبالہ چھوڑ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

کر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔کر امام شافعیؒ کی پیدائش سے چند روز پہلے ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، اس وقت امام کی والدہ غزہ نامی ایک آبادی میں مقیم تھیں جو مصر میں عسقلان کے مضافات میں ہے۔

اصولِ اجتہاد

امام شافعیؒ نے اپنے اصول اجتہاد اپنی دو مصنفات "الرسالۃ" اور "آنام" میں بیان کیے ہیں۔ان کی ترتیب یوں ہے:

1۔ کتاب اللہ

وہ کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم کو قطعی حجت اور تمام شرعی احکام و قوانین کا مصدر اول مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس وقت تک قرآن کے ظاہر پر عمل اور اس سے استدلال ضروری ہے جب تک کوئی ایسی دلیل موجود نہ ہو جس کی بنیاد پر ظاہری معنی کو چھوڑ کر اس کا کوئی دوسرا مفہوم و منطوق مراد لیا جائے۔

2۔سنتِ رسول ﷺ

کتاب اللہ کے بارے میں کسی مجتہد کی دو رائے نہیں ہوئیں۔بلاشبہ کتاب اللہ اسلامی قوانین کا مصدر اول ہے۔اسی طرح سنت کے بارے میں بھی کوئی فقیہ و مجتہد تردد کا شکار نہیں ہوا۔یقینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی قوانین کے مصدرِ ثانی ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔البتہ اسناد کے نقطہ نظر سے حدیث کی جو مختلف اقسام ہیں، ان کے حوالہ سے مجتہدین کی آراء اور نقطہ ہائے نظر میں جزوی اور فروعی اختلاف ہے۔

3۔حدیث کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر

کتاب اللہ کے بعد وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسے مصدرِ شریعت قرار دیتے ہیں۔" امام شافعیؒ نے اس بات کی بار بار تصریح کی ہے کہ اگر ان کی رائے مخالف حدیث ہو تو یہ حدیث سے لاعلمی کی بناء پر ہو سکتا ہے، ورنہ حدیث معلوم ہو جانے کے بعد وہ ہر حال میں اس حدیث کو اپنی رائے کی بنیاد بنائیں گے۔امام شافعیؒ نے اپنے اصحاب کو بھی یہ کہا کہ اگر وہ امام شافعیؒ کی کوئی رائے حدیث کے خلاف پائیں تو اسے ترک کر دیں اور حدیث پر عمل کریں اور حدیث کے مقابلے میں ان کی رائے کو اہمیت نہ دیں ۔"

حدیث کے بارے میں امام شافعیؒ کا نقطہ نظر تفصیل اور تجزیئے پر مبنی ہے۔اس کا مجمل اور مختصر خاکہ اس طرح ہے:

- **ایک معاملے میں ایک سے زائد روایات:**

حدیث کے بارے میں امام شافعی کا حل یہ ہے کہ اگر ایک بھی معاملے میں ایک سے زائد روایتیں ہیں، ایک روایت میں الفاظ کم ہیں اور دوسری روایت میں الفاظ زیادہ ہیں اور زیادہ الفاظ والی روایت کے راوی کم الفاظ والی روایت کے راویوں سے زیادہ معتبر ومستند نہیں ہیں تو وہ اس زیادتی کو قبول نہیں کرتے۔

- **احادیث میں باہمی تعارض کا حل:**

دو حدیثوں یا چند احادیث میں اگر باہمی تعارض ہو تو امام شافعی کہتے ہیں کہ راوی کیسے ہیں اور کسی روایت میں زیادہ دو محتاط اور بلند پایہ راوی ہیں۔شاہ مدینہ میں امام زہریؒ کے دو مشہور شاگرد ہیں، امام مالکؒ اور امام شعیب بن ابی حمزہؒ. ایسی صورت میں وہ امام مالکؒ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔

دو متعارض روایتوں میں اگر تطبیق ممکن نہیں ہوگی تو جو روایت طریقہ سند میں بلحاظ کثرت و شہرت ممتاز ہوگی، اسے قبول کیا جائے گا۔

- **متفق علیہ اور مختلف فیہ راوی:**

اگر دو روایتوں میں سے ایک کے راوی متفق علیہ ہیں اور دوسری کے مختلف فیہ تو اس روایت کو ترجیح دی جائے گی جس کے راوی متفق علیہ ہیں۔

- **پختگی عمر اور کم سنی میں روایت:**

اس امر کو بھی ملحوظ رکھا جائے گا کہ کسی راوی نے اپنے شیخ سے پختگی عمر میں روایت کی ہے اور کس نے کم سنی میں۔پختگی میں روایت لینے والے کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔

- **شیخین کے عہدِ خلافت میں عمل:**

اگر ایسی دو روایتیں ہوں جن میں سے ایک پر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں عمل ہوتا رہا ہو اور دوسری روایت ایسی ہو جس پر ان کے دور خلافت میں عمل نہ ہوا ہو تو پہلی روایت کو ترجیح دی جائے گی اوراسی پر عمل کیا جائے گا۔

- **حدیث اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول کی جائے گی:**

جس طرح کتاب اللہ کے بارے میں امام شافعی کا اصول یہ ہے کہ ظاہری معنی کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مفہوم اختیار کرنے کی جب تک کوئی مضبوط دلیل نہ ہو، اس وقت تک ظاہری معنی مراد لیے جائیں گے۔حدیث کے بارے میں بھی وہ یہی کہتے ہیں کہ حدیث ہمیشہ اپنے ظاہری معنی پر محمول کی جائے گی۔اگر اس میں ایک سے زائد معانی کا احتمال ہے تو پھر وہ معنی مراد لیے جائیں گے جو عرب کے محاورے کے مطابق ہوں گے۔

- **حدیث منقطع پر مخصوص شرائط سے استناد:**

حنفی اور مالکی فقہاء حدیث مرسل اور حدیث منقطع سے استناد کرتے تھے۔امام شافعی نے یہ اصول وضع کیا کہ ایسی احادیث پر بعض مخصوص شرائط کے ساتھ عمل کیا جائے گا، مطابق ان سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

- **حدیث مرسل :**

حدیث مرسل دو حدیث ہے جس کی سند تابی پر ختم ہو جائے اور اس صحابی کا ذکر نہ ہو جس سے وہ تابعی روایت کر رہا ہے۔حدیثِ مرسل کو قبول کرنے کے بارے میں امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ وہ صرف ان کبار تابعین کی مراسیل قبول کرتے ہیں جنہوں نے بہت سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسب فیض کیا ہو یا اس مرسل حدیث سے ملتی جلتی حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سند کے ساتھ مامون حفاظ حدیث نے روایت کی ہو یا اس کی تائید کسی دوسری مرسل حدیث سے ہوتی ہو جسے اہل علم نے دوسری سند کے ساتھ قبول کیا ہو یا کسی صحابی کا قول اس مرسل حدیث سے موافقت رکھتا ہو یا اگر اہل علم کی کچھ جماعتیں کسی مرسل کے مطابق فتوی دیتی ہوں تو اس مرسل کو تعلیم کیا جائے گا اور یہ قبول مرسل کا آخری درجہ ہوگا۔

- **اقوالِ صحابہ:**

ان کی رائے ہے کہ اگر اقوال صحابہ کسی حدیث کے خلاف ہوں تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اقوال صحابہ کو رد کر دیاجائے گا۔امام شافعی کے نزدیک اقوال صحابہ کا مرتبہ کتاب و سنت اور اجماع کے بعد لیکن قیاس پر مقدم ہے۔.اختلاف کی صورت میں خلفائے راشدین میں سے کسی ایک کے قول کو مقدم رکھا جائے گا۔اس کے علاوہ صورت میں اس صحابی کا قول اختیار کیا جائے گا جس کا قول کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہو۔اگر کسی صحابی کے قول کے خلاف دوسرے صحابی کا کوئی قول نقل نہ ہو تو اسے مانا جائے گا۔

- **کوئی حدیث قرآن کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کر سکتی:**

فقہاء کے درمیان یہ معاملہ مختلف فیہ رہا ہے کہ کیا کوئی حدیث صحیح ، قرآن کے کسی حکم کو منسوخ کر سکتی ہے یا نہیں ،" امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ کوئی بھی حدیث قرآن کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کر سکتی"۔

- **خبر واحد کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر:**

امام شافعی خبر واحد سے استدلال میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے مگر شرط یہ لگاتے ہیں کہ اس کا راوی ثقہ اور معتمد ہو، حفظ اور صدق میں بھی شہرت رکھتا ہو، ناقدین حدیث نے اسے کبھی کذب اور تدلیس سے متہم نہ کیا ہو اور سند بھی رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو۔راوی جو حدیث بیان کر رہا ہے اس کا مفہوم وہ اچھی طرح سمجھ رہا ہو، راوی جس راوی سے حدیث کی روایت کر رہا ہے اس سے خود اس نے براہ راست سماعت کی ہو اور اہل علم کی حدیث سے یہ حدیث مخالف نہ ہو۔خبر واحد میں اگر یہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں تو پھر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی حدیث مشہور مضمون اور معنی کے اعتبار سےاس کی مؤید ہے یا نہیں۔جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ خبر واحد کی قبولیت میں اس قسم کی شرطیں لگاتے ہیں۔خبر واحد کے قبول کرنے میں امام شافعیؒ ، امام مالکؒ کی طرح یہ شرط بھی نہیں لگاتے کہ اہل مدینہ کا عمل اس کے مطابق ہو۔

حدیث کے بارے میں امام شافعی کا یہ طرز عمل منصفانہ اور عقلی ہے کہ صحیح اور متصل روایت خواہ وہ مدینہ کی ہو یا کوفہ کی یا کسی اور علاقے کے راویوں سے پہنچی ہو، اگر اس کی سند قوی اور قابل اعتماد ہے تو اسے قبول کیا جائے گا۔

اجماع کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر:

کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام شافعیؒ اجماع سے استدلال کرتے ہیں اور اسے احکام و قوانین کا مصدر مانتے ہیں۔لیکن اجماع کو امام مالک کی طرح مقید و مشروط کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اجماع معتبر ہے جو عہد رسالت کے بعد ایک عصر کے تمام فقہاء اور مجتہدین کا کسی حکم شرعی کے بارے میں ہو اور اس کے ساتھ مزید یہ قید لگاتے ہیں کہ فقہائے عصر میں سے کسی کے اختلاف کا ہمیں علم نہ ہو۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی حکم پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہو تو وہ ان کے نزدیک اجماع نہیں کہلائے گا۔اسی طرح اگر کسی ایک علاقے کے فقہاء اور مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر اتفاق ہو تو وہ بھی امام شافعیؒ کے نزدیک اجماع کے زمرے میں نہیں آئے گا۔اجماع کے بارے میں امام شافعیؒ کے اس نظریئے سے یہ نتیجہ نکالا کہ انہوں نے اجتہادی مسائل میں اجتماع کے اصول کو تسلیم کیا مگر اس کی جو تعریف کی ،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اس کے لیے جو شرائط مقرر کیں اور جو پیمانہ وضع کیا، اس کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل ہے کہ کسی زمانے میں اس قسم کا اجماع منعقد ہو سکتا ہے۔صحابہ کے اجماع کو وہ خبر واحد پر ترجیح دیتے ہیں۔

اجماعِ سکوتی کا رد:

اجماع کے دائرے کو امام شافعی نے ایک اور طریقے سے تنگ کیا وہ اس طرح کہ انہوں نے اجتماع کی ایک قسم اور صورت کو جسے فقہاء نے اجماع سکوتی سے تعبیر کیا، رد کر دیا۔اجماع سکوتی یہ ہے کہ مجتہدین میں سے کوئی مجتہد اپنے اجتہاد کی مدد سے کسی ایک نتیجہ پر پہنچے اور کوئی ایک رائے قائم کرے، وہ رائے اس کے اپنے دور میں معروف ہو، دوسرے فقہاء ، اور مجتہدین اس سے آگاہ ہوں لیکن اس کی مخالفت نہ کریں۔امام ابو حنیفہؒ اجماع کی اس قسم کو بھی حجت مانتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ شرعی احکام کے مصادر میں سے ایک مصدر ہے۔

اجماع کی صداقت پرکھنے کا طریقہ:

اجماع کے بارے میں امام شافعیؒ کا طرز عمل یہ تھا کہ مناظرے کے وقت اگر اجماع سے ان کے خلاف کوئی دلیل پیش کی جائے تو ان مسائل میں وہ اجماع کا انکار کرتے ہیں۔مناظرہ کرنے والا جب ان سے پوچھتا ہے کہ یہ بتایئے کہ اجماع کا کوئی وجود ہے بھی یا نہیں؟ تو پھر وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ بے شک فرائض کا بہت بڑا حصہ ایسا ہے جس کے بارے میں کوئی شخص نا واقفیت کا انکار نہیں کر سکتا۔پس یہ ایسا اجماع ہے جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ تمام لوگوں نے ان مسائل پر اتفاق کر لیا ہے اور کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نہیں یہ اجماع نہیں ہے۔یہ ہے وہ بنیادی طریقہ جس سے اجماع کی صداقت پرکھی جا سکتی ہے۔

امام شافعی نے اپنی کتاب **"اختلاف الحدیث"** میں وضاحت کی ہے کہ صحابہ اور تابعین نے جن امور پر اجتماع کیا تھا۔وہ اصول فرائض اور واجبات سے تعلق رکھتے ہیں۔امام شافعی صحابہ کے اجماع کو خبر واحد کے مقابلے میں حجت مانتے اور اسے ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا اجتماع، خبر واحد سے بالا تر ہے۔البتہ اجماع صحابہ نہ ہونے کی صورت میں خبر واحد پر عمل کیا جائے گا، بشرطیکہ صحیح سند سے ثابت ہو۔

قیاس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر:

کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع سے بھی جب کسی مسئلے میں کوئی رہ نمائی نہیں ملتی تو پھر امام شافعیؒ قیاس سے کام لیتے ہیں۔امام شافعیؒ سے پہلے فقہاء نے ایے نے ایسے مسائل اور حوادث کا حکم معلوم کرنے کے . لیے قیاس سے کام لیا ہے جہاں کتاب اللہ سنت رسول ﷺ اور اجماع نے کسی حکم کی نشاندہی نہیں کی۔لیکن امام شافعیؒ سے پہلے بنیادی اور اصولی ضابطوں کے علاوہ دوسرے ذیلی اور تفصیلی قواعد و ضوابط نہ تھے۔انہوں نے وہ وضع کیے، قیاس کے حدود کا تعین کیا اور بتایا کہ قیاس کا عمل کسی حد تک جائز ہوگا اور کسی حد کے بعد اس کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس کے مراتب کا تعین کیا اور یہ بھی بتایا کہ کیا ہر فقیہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ پیش آمدہ مسائل کا حکم معلوم کرنے کے لیے قیاس کر سکتا ہے یا اس کی کچھ شرائط اور قیود ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

شرعی مسائل کا حکم معلوم کرنے کے لیے کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ، خواہ وہ اجماع صحابہ ہو یا اجماع فقہاء، ایک محفوظ اور بے خطر طریق کار تھا۔لیکن ان کے مقابلے میں قیاس ایک نازک اور پُر خطر طریق کار تھا۔امام شافعیؒ نے اس کی اہمیت اور نزاکت کو محسوس کیا۔ان کے فکر و نظر نے یہ رسائی کی کہ اس عقلی طریقہ کار کو اگر بے قید چھوڑا گیا تو آنے والے ادوار میں غیر مخلص لوگ اسے غلط استعمال کر سکتے ہیں۔انہوں نے تفصیلی قواعد اور ضوابط مرتب کر کے اس کے تمام دروازے بند کر دیئے۔اولہ شرعیہ کے بارے میں انہوں نے جو قواعد وضوابط مقرر کیے، بعد میں آنے والے فقہاء نے انہیں تسلیم کیا اور پیش آمدہ مسائل کا حکم معلوم کرتے وقت انہیں ملحوظ رکھا۔امام شافعیؒ مصلحتِ مرسلہ کو بھی صرف اس صورت میں تسلیم کرتے ہیں جب وہ اس مصلحت معتبرہ کے مشابہ ہو جو نص سے یا اجماع سے ثابت ہو۔ امام شافعیؒ عمل اہل مدینہ کی حجیت کے بھی قائل نہیں ہیں۔

فقہ حنبلی

تعارف: حنبلی اہل سنت کے چار فقہی مذاہب میں سے ایک ہے۔یہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تعلیمات پر مبنی ہے اور اس کی ترویج ان کے شاگردوں نے کی۔ حنبلی مذہب چار مکاتب فکر (حنفی، مالکی اور شافعی) میں (بلحاظ تعداد مقلدین) سب سے چھوٹا ہے۔احمد بن حنبلؒ کی فقہ احادیث مرفوعہ، عہدِ صحابہ کے فیصلے، تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین کے فتاویٰ کی بنیاد ہے۔اسلام کی کتب مقدسہ میں واضح جواب نہ ملنے کی صورتوں میں فقہ حنفی یا فقہ مالکی کی طرح حنابلہ فقہی صوابدید یا مروجہ عمل کو قبول نہیں کرتے۔

اہل سنت میں حنبلی مذہب فقہ کا کٹر اثری مکتب فکر ہے۔یہ زیادہ تر سعودی عرب اور قطر میں پایا جاتا ہے، جہاں یہ سرکاری فقہ ہے۔حنابلہ کی یو اے ای میں زیادہ تر چار امارات (شارجہ، ام القیوین، راس الخیمہ اور عجمان) میں اکثریت ہے۔ حنابلہ کی بڑی اقلیت بحرین، عمان، یمن، عراق اور اردن میں پائی جاتی ہے۔ہر وہ ملک جہاں مسلمان رہتے ہیں، وہاں پر کم یا زیادہ چاروں اماموں کے پیروکار موجود ہیں۔

اس کے بانی امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل ہیں۔آپ164ء ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور 241ھ میں وفات پائی۔دینی گھرانوں کے رواج کے مطابق آپ نے پہلے قرآن کریم کو حفظ کیا، پھر دوسرے علوم و فنون کی طرف متوجہ ہوئے۔امام احمد بن حنبلؒ نے جب تعلیم و تربیت کا آغاز کیا، اس وقت بغداد علوم و فنون کا مرکز تھی۔وہاں محدث ،مفسر ، فقیہ اور صوفی فرضیکہ ہر رنگ اور ہر وضع کے لوگ موجود تھے۔ہر ایک کا حلقہ اپنے تنوع اور اختلاف کے باوجود آباد اور بارونق تھا۔

اصول اجتہاد:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد کی بنیاد کن اصول پر رکھی، اس پر سب سے واضح بحث حافظ ابن القیم الجوزیہؒ نے کی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ **امام احمدؒ نے اپنے فقہی اجتہاد و استنباط کی بنیاد پانچ اصول پر قائم کی**، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

1۔ نصوص:

ہیں جہاں امام احمد بن امام احمد بن حنبلؒ اپنے اصول اجتہاد میں سب سے مقدم جس چیز کو رکھتے ہیں وہ نصوص ہیں، خواہ وہ کتاب اللہ کے ہوں یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔جب کسی بارے میں انہیں کوئی نص مل جاتا ہے تو پھر ادھر اُدھر نہیں دیکھتے، اس پر فتوٰی دیتے ہیں۔نص کو صحابہ کے فتاوی اور اقوال پر مقدم رکھتے۔ہیں۔کتب فقہ حنبلی میں ایسی متعدد مثالیں ذکر کی گئی ہیں جس میں امام احمد بن حنبلؒ نے نص کے مقابلے میں صحابہ کے فتاوٰی کو رد کیا ہے۔

مثال کے طور پر حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان کو غیر مسلم کی وراثت نہیں ملتی مگر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مسلمان کو غیر مسلم کی میراث ملنی چاہئیے۔امام احمد بن حنبل نے دونوں صحابہ کے قول اور فتوٰی کو حدیث کی بنیاد پر رد کر دیا ۔

2۔فتاواتِ صحابہ:

قرآن اور سنت سے کوئی نص نہ ہونے کی صورت میں فقہ حنبلی کی دوسری اصل صحابہ کرام کے فتاوٰی ہیں۔نص نہ ہونے کی صورت میں جب انہیں فتوی مل جاتا اور اس فتوے کے خلاف کسی دوسرے صحابی کا فتوٰی ان کے علم میں نہ ہوتا وہ اسے قبول کرتے اور اس پر اپنی رائے اور فتوے کی بنیاد رکھتے تھے۔لیکن وہ ایسے فتوے کو اجماع سے تعبیر نہیں کرتے۔کہتے کہ مجھے اس کے خلاف کوئی قول اور رائے نہیں ملی۔اجماع سے تعبیر نہ کرنا امام احمدؒ کے انتہائی محتاط رویہ کی بنا پر تھا۔مثال نہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اس قول کا علم ہوا کہ غلام کی گواہی قابل قبول ہے۔انہوں نے اس قول پر اپنے فتوے کی بنیاد رکھی اور یہ کہا کہ مجھے کسی صحابی کا ایسا کوئی قول اور فتوی نہیں ملا جو قول انس کے خلاف ہو ۔

انہیں کسی ایک صحابی کا بھی کوئی قول، فتوی یا عمل مل جاتا تو پھر اس کے خلاف نہ رائے قائم کرتے ، نہ فتوی دیتے اور نہ عمل کرتے بلکہ اپنی رائے ، قول اور عمل سب کی بنیاد قول صحابی پر رکھتے ۔

3۔ اقوال صحابہ میں ترجیح کا معیار:

امام احمدؒ کا تیسرا اصول یہ تھا کہ اگر کسی مسئلے میں صحابہ کی مختلف آراء ہوتیں تو پھر اس رائے کو قبول کرتے اور ترجیح دیتے تھے جو قرآن وسنت سے قریب تر ہو۔لیکن صحابہ کی آراء اور فتاوی کو چھوڑ کر کوئی منفرد رائے اختیار نہیں کرتے تھے اور نہ ہی قیاس سے کام لیتے تھے۔اگر ان اقوال و فتاوٰی میں سے کسی کا قرآن اور سنت سے اقرب ہونا ثابت نہ ہوتا تو پھر تمام اقوال کو ذکر کرتے اور کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔

حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ اس بات کو مناسب نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی رائے سے کسی صحابی کے قول اور فتوے کو مرجوح قرار دیں۔

اقوالِ خلفائے راشدین کو ترجیح:

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ جب اقوال صحابہ میں اختلاف پاتے تو پھر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ ان میں سے کوئی قول خلفائے راشدین میں سے کسی کا ہے یا نہیں؟ اگر یہ بات ثابت ہو جاتی کہ فلاں قول فلاں خلیفہ راشد کا ہے تو اسے ترجیح دیتے۔خلفائے راشدین کے اقوال اور فتاوی کو ترجیح دینے کی بہت مضبوط وجود ہیں،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

خود ان کا خلیفہ راشد ہونا، عشرہ مبشرہ میں سے ہونا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کہ میرے بعد میرے خلفاء کی پیروی کرنا جو ہدایت یافتہ ہیں۔خلفائے راشدین میں بطور خاص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعض فیصلے اور فتاوی ایسے ہیں جن پر صحابہ کااجماع منعقد ہوا۔

اقوال صحابہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے منقول ان کی یہ آخری رائے اور نظریہ امام ابو حنیفہؒ کے مسلک سےقریب تر ہے، جیسا کہ فقہ امام ابو ظیفہ کی بحث میں بیان کیا گیا۔

4۔حدیث مرسل اور حدیث ضعیف سے استنباط:

فقہ امام احمد کی چوتھی اصل یہ ہے کہ وہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو اس صورت میں قبول کر لیتے تھے جب کہ مسئلہ زیر بحث میں کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو۔حدیث مرسل اور حدیث ضعیف مل جانے کی صورت میں وہ قیاس کو اختیار نہیں کرتے تھے۔یہاں حدیث ضعیف سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے، جس کی سند میں کوئی متہم راوی ہو اور جو قابل حجت نہ ہوسکتا ہو۔

دوسرے آئمہ مجتہدین کا بھی اس اصل کے بارے میں یہی نظریہ ہے۔حدیث ضعیف کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔امام ابو حنیفہؒ نے نماز میں قہقہہ والی حدیث کو قیاس پر ترجیح دی ہے حالانکہ تمام محدثین نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا ایک یہ قول بھی بعض اہل علم نے نقل کیا ہے کہ وہ اگر کسی مسئلے میں نہ قرآن اور سنت کی کوئی نص پاتے ، نہ کوئی حدیث ضعیف اور حدیث مرسل ملتی، نہ کسی صحابی کے قول عمل یا فتوے تک ان کی رسائی ہوتی تو پھر وہ کسی ایسےتابعی کا قول یا فتوی تلاش کرتے جو طبقہ تابعین میں اپنے تدین اور علم و فضل کے باعث ممتاز اور نمایاں مقام کا حامل ہو۔کسی ایسے تابعی کا قول یا فتوی مل جاتا تو رائے اور قیاس سے گریز کرتے اور اسے اختیار کر لیتے۔

5۔قیاس:

امام احمد بن حنبلؒ کے اصول اجتہاد میں پانچویں اصل قیاس ہے۔انہیں اگر کسی مسئلے میں نہ کتاب اللہ میں کوئی نص ملتی اور نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، نہ کسی صحابی کا کوئی قول، رائے یا فتوی دستیاب ہوتا اور نہ ہی کوئی مرسل یا ضعیف حدیث ہاتھ آتی تو پھر آخری مرحلے میں وہ قیاس سے کام لیتے۔گویا امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں قیاس کا استعمال ضرورت بلکہ مجبوری کی صورت میں تھا۔

6۔اجماع :

فقہ امام احمد بن حنبلؒ کے اصول اجتہاد کی بحث میں یہ بات بہت اہم ہے کہ **حافظ ابن قیمؒ** نے جو کہ فقہ حنبلی کے نمایاں ترجمان ہیں، اجماع کو امام احمد بن حنبل کے اصول اجتہاد میں شمار نہیں کیا۔حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ الکتاب اور السنۃ کے علاوہ اجتماع اور قیاس کو بھی جمہور فقہاء نے متفق علیھا مصادر میں شمار کیا ہے۔اس بناء پر یہ امر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صرف امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے اس کے بارے میں وضاحت کی جائے کہ کیا واقعی وہ کلی طور پر اجماع کے وجود کے منکر ہیں یا جزوی طور پر انہیں اس کے وجود یاحجیت سے انکار ہے۔

اجماع کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اجماع کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے استاد امام شافعی کا جو موقف ہے اور انہوں نے جو روش اختیار کی۔کم و بیش اسی راستے پر امام احمد بن حنبلؒ بھی گامزن نظر آتے ہیں۔ان کے طریق کار اور نقطہ نظر کو اگر مختصر ترین الفاظ میں بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اجماع حجت ہے۔لیکن اگر کوئی شخص اس کا دعوی کرے کہ وہ اس کے بل بوتے پر نصوص صریحہ کو چھوڑ دے گا تو اس کا یہ دعوی قبول نہیں کیا جائے گا۔یہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ جن مسائل کا کوئی اختیار فی پیاد سامنے نہ ہو، ان کے بارے میں (اجماع کا دعوی کرنے کے بجائے) یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اس مسلک کے خلاف کوئی بات ہمارے علم میں نہیں ہے۔ہاں اگر کسی صاحب علم کے سامنے ایسے مسائل سے سابقہ پڑے جو قرون اولٰی سے لے کر اس کے زمانے تک مسلمہ چلے آ رہے ہیں اور کوئی اختلافی قول منقول نہیں لیکن اس کے مخالف کوئی حدیث بھی موجود نہیں تو ایسی حالت میں وہی قابل قبول ہے، سب کے خلاف کوئی انوکھا فتوی نہیں دینا چاہئیے۔مگر اس کے مخالف کوئی حدیث مل جانے کی صورت میں اس کو فورا ترک کردینا ضروری ہے۔

اب اس معاملہ میں دو امور کا اور ذکر کیا جائے گا:

- ایک یہ کہ امام احمدؒ تمام علمی مسائل میں موجود اجماع کی مطلق نفی نہیں کرتے بلکہ ان دعاوی کی نفی کرتے ہیں جو ہم عصر علماء ایک ایک دوسرے کے خلاف کرتے ہیں جب مناظر اجماع کا نام لے کر حدیث صحیح کو رد کر دینا چاہتا ہو۔
- امام احمد یہ بات مانتے تھے کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں اور یہ کہ ایسے مسائل قبول کر لیے جائیں گے، اگر کوئی حدیث ان کے بجائے نہ پائی جائے۔لیکن ان کے بارے میں اجماع کامل کا دعوی نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ کسی کی مخالفت قول کا علم نہیں ہے۔یہ بات تقاضائے درع و تقوٰی کے علاوہ حق اور امر واقعی بھی ہے۔

جب یہ بات ہے کہ امام احمدؒ اجماع کے وجود کے سرے سے مخالف نہیں تھے اور مسائل جزئیہ میں دعوائے اجماع کی اس وقت نفی کرتے تھے جب وہ دلیل کے مقابلہ میں استعمال ہوتا تھا، لہذا یہ انکار عقلی طور پر اس کے وجود سے انکار نہیں تھا، جیسا کہ نظام معتزلی اور بعض اہل تشیع کا خیال ہے۔امام احمدؒ کو اجماع کے وجود سے انکار نہ تھا، البتہ اس کے علم سے انکار تھا۔[8]

کیاامام احمدؒ صرف صحابہ کے اجماع کے قائل تھے؟

بعض علماء کا قول ہے کہ امام احمدؒ صرف صحابہ کے اجماع کے قائل ہیں، اس لیے کہ اس اجتماع کی نقل کثرت سے ہوئی اور اس کے علم کے اسباب بہت زیادہ ہیں اور ثابت بھی ہیں اور صحابہ کے بعد جو وہ اجماع کے منکر ہیں، اس کا سبب، اسباب علم کی اور قلت ہے۔کیونکہ اس کے بعد وہ دور آیا کہ علماء مختلف شہروں میں پھیل گئے ، آپس میں ملاقات دشوار ہو گئی ، ان کی تعداد کا شمار کرنا مشکل ہو گیا اور ان کی شناخت اور معرفت کامل آسان نہ رہی۔

کثرتِ آراء کو اجماع ماننا:

[8] اصول فقہ۔۔فقہ شافعی و حنبلی، ص:28

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

بعض علماء کا یہ قول ہے کہ امام احمد کے نزدیک کثرت آراء سے انعقاد اجتماع ہو جاتا ہے کیونکہ امام احمدؒ کسی اجماعی قول کے بارے میں صرف یہی کہتے ہیں کہ اس کے مخالف کسی قول کا مجھے علم نہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب مخالفت قول کا علم نہیں تو اس قول کی موافقت کرنے اور اسے ماننے والوں کی کثرت ہوئی۔اک پر اتفاق ہے کہ وہ ایسے قول نہ ہو، قبول کر لیتے تھے۔جب کثرت آراء کو اجتماع مان لیا جائے تو پھر امام احمدؒ کے نزدیک وہ حجت ہے اور حدیث میں کے بعد اور قیاس سے قبل ہے اس لیے کہ قیاس مرتبہ کے اعتبارسے کم رتبہ اور ضعیف ترین چیز ہے۔امام احمد قیاس سے صرف اس وقت کام شدید ضرورت لاحق ہو۔

استصحاب اور مصالح مرسلہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف:

حافظ ابن قیمؒ نے پانچ فقہی مصادر کا ذکر کیا ہے جن پر امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے فقہ و اجتہاد کی بنیاد رکھی۔ان کے علاوہ جو مصادر فقہ ہیں ان کے بارے میں انہوں یے وضاغت نہیں کی کہ امام احمد بن حنبلؒ نے انہیں کلی طور پر مسترد کر دیا ہے یا جزوی طور پر ان سے استفادہ استفادہ کیا۔بعض دوسرے اہل علم نے وضاحت کی کہ حافظ ابن قیمؒ کے ذکر کردہ پانچ اصول اور مصادر کے علاوہ دوسرے مصادر شرعیہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا موقف کیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے استنباطِ احکام میں استصحاب سے کافی حد تک کام لیا ہے۔**استصحاب کے معنی یہ ہیں کہ جو بات پہلے سے ثابت ہو وہ اب بھی ثابت رہے بشرطیکہ اسے تبدیل کرنے والا کوئی حکم موجود نہ ہو**۔استصحاب کے اصول اور مصدر ہونے پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے، البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اسے کس حد تک استعمال کیا جائے؟ حنفی فقہاء نے اس اصول پر بہت کم عمل کیا ہے۔شافعی اور حنبلی فقہاء نے اس کو کثرت سے استعمال کیا ہے۔جن فقہاء نے اس موجود نہ ہونے کی صورت میں قیاس، استحسان، مصلحت مرسلہ، اور عرف کو استعمال کیا ہے انہیں استصحاب کی بہت کم ضرورت پیش آئی ہے،احناف کی طرح مالکی فقہاء نے بھی اس اصول سے زیادہ مدد نہیں لی۔

حافظ ابن قیمؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کے اصول اجتہاء میں جس طرح استصحاب کا ذکر نہیں کیا اسی طرح مصالح مرسلہ کا بھی ذکر نہیں کیا۔لیکن ان کے ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ہاں مصالح مرسلہ کا اعتبار نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ حنبلی فقہاء مصالح مرسلہ کو بھی اصول استنباط میں سے مانتے ہیں۔حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ کوئی امر ایسا نہیں ہے جسے شارع نے مشروع کیا ہو اور وہ مصالح عباد سے خالی ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ کے اصول اجتہاد میں ذکر نہ کرنے کی بنیادی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ خود امام احمد بن حنبلؒ نے مصلحت مرسلہ کو حلِ مسائل کے سلسلے میں مصدر کے طور پر استعمال نہیں کیا، یا یہ وجہ ہے کہ وہ مصالح مرسلہ کو قیاس صحیح کے ذیل میں استعمال کرتے ہیں۔صورت حال یہ ہے کہ وہ قیاس کو بھی شدید ضرورت کے وقت کام میں لاتے ہیں۔ان کی امکانی کوشش ہوتی ہے کہ الکتاب، السنہ اور قول صحابی تک اپنے آپ کو محدود رکھیں۔

تقابلی جائزہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

فقہ حنفی اور مالکی

فقہائے احناف اور مالکیہ کے ہاں اجتہاد واستنباط کے اصولوں میں بہت ساری چیزیں مشترک ہیں، جب کہ بعض میں اختلاف ہے چنانچہ ان دونوں مکاتب فقہ کے ہاں بنیادی متفق علیہ مصادر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

- مراسیل کی حجیت کے بارے میں فقہائے احناف اور مالکیہ دونوں کا اتفاق ہے، کیونکہ احناف کے ہاں تابعین اور تبع تابعین کے مراسیل حجت ہے، بلکہ امام ابو بکر جصاص کی رائے کے مطابق ثقہ راوی کا ارسال قابل قبول ہے یہی شرط مالکیہ کے ہاں بھی ہے کہ عادل راوی اگر ارسال کرے تو وہ ان کے ہاں حجت اور قابل استدلال ہے اس لئے دونوں کا موقف ایک ہی ہے یعنی مراسیل قابل احتجاج ہے۔
- اسی طرح مالکیہ کے ہاں شرائع من قبلنا کی حجیت اس وقت مسلم ہو گی جب شریعت اسلامیہ نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح نہ کی ہو بعینہ یہی موقف حنفی اصولیین کا بھی ہے۔
- جہاں تک اجماع اہل مدینہ کا تعلق ہے تو اس حوالے سے احناف کا مؤقف مالکیہ کے برعکس ہے۔ اور احناف اہل مدینہ کے اجماع کو حجت ماننے کے لئے تیار نہیں چنانچہ امام ابو بکر جصاص اس حوالے سے رقمطراز ہے کہ اہل مدینہ اور باقی لوگوں کا اجماع ایک ہی حکم میں ہے اور اہل مدینہ کو اس بابت کوئی خصوصیت حاصل نہیں کہ ان کے اجماع کا اتباع لازمی گردانا جائے۔ اسی سے آگے چل کر اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہے کہ جو دلائل اجتماع کی حجیت سے متعلق ہے ان میں اہل مدینہ کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اسی لئے اسے خاص طور پر الگ حجت نہیں مانا جا سکتا۔
- اسی طرح استحسان اور مالکیہ کے ہاں مصالح مرسلہ تقریبا قریب المعنی ہے۔ بلکہ مشہور مالکی اصولی علامہ ابن العربی کے بقول مالکیہ نے استحسان کو بطور مصدر اپنے مذہب میں استعمال کیا ہے اور اسے مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے چنانچہ ان میں سے ایک مصلحت ہے۔
- ابن العربی نے استحسان کی اقسام میں سے عرف، اجماع اہل مدینہ، مصالح مرسلہ، اور تیسیر پہلو کو شمار کیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احناف اور مالکیہ دونوں استحسان کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ تصور میں کسی حد تک تفاوت ہے، کیونکہ مالکیہ نے اس کے تصور میں وسعت پیدا کر کے دوسرے مستقل مصادر بھی اس میں شامل کئے ہیں۔
- قول صحابی کے متعلق احناف اور مالکیہ کا موقف ایک ہی ہے البتہ فرق یہ ہے کہ مالکیہ اس کی درجہ بندی کرتے ہے جبکہ احناف نے اس کی حجیت کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ خلاف قیاس ہو جبکہ جمہور احناف یہ شرط نہیں لگاتے۔
- احناف اور مالکیہ کے اصول اجتہاد میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو سب پر مقدم رکھتے ہیں۔

- اجماع اہل مدینہ یا تعامل اہل مدینہ، عرف اور مصالح کو مالکیہ استحسان کی اقسام شمار کرتے ہیں جبکہ احناف کے ہاں استحسان ایک مستقل مصدر ہے اور عرف و مصالح الگ مستقل مصادر شمار ہوتے ہے، اور مالکیہ کے برعکس احناف اجتماع و تعامل اہل مدینہ کو مصدر نہیں مانتے۔
- قول صحابی جمہور احناف کے نزدیک مطلقا حجت ہے اور مالکیہ بھی اسے حجت تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں درجہ بندی کرتے ہیں۔

فقہ شافعی اور حنبلی

فقہ شافعی اور حنبلی کے اصول اجتہاد میں مختلف مواقع پر اختلافات و اتفاقات موجود ہیں۔ان دونوں فقہی مذاہب کے اصول اور مبادی اسلامی فقہ کی بنیاد ہیں جن پر مسلمانوں کے عقائد اور عملیات کا بنیادی ڈھانچہ مشتمل ہوتا ہے۔

- ❖ شافعی فقہ کے اصول اجتہاد میں عقلی فرضیہ کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔اس میں اجتہاد کے اصول کو قرآن، حدیث، اور اجماع کی روشنی میں سمجھایا جاتا ہے، لیکن عقلی استنباط کی بھی اہمیت دی جاتی ہے۔اسلامی شریعت کے اصول اور مسائل کو مختلف مواقع پر تطبیق دینے کے لئے عقلی اجتہاد کی اجازت ہوتی ہے۔
- ❖ حنبلی فقہ کے اصول اجتہاد میں قرآن، حدیث، اور سلف صالحین کے نصوص کی حفظ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔اس فقہ میں عقلی اجتہاد کی حد محدود ہوتی ہے اور عموماً مکتبہ کتب اور ان کے تعلیمات کو پیروی کیا جاتا ہے۔حنبلی مذہب میں فقہی مسائل کے حل کے لئے زیادہ تر نصوصی دلائل استعمال کی جاتی ہیں، اور عقلی استنباط کی حد میں رہ کر ان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
- ❖ شافعی اور حنبلی فقہ کے اصول اجتہاد کا مقابلہ کرتے ہوئے، شافعی فقہ میں عقلی استدلال کی اختیاریت زیادہ ہوتی ہے جبکہ حنبلی فقہ میں نصوصی دلائل کی پیروی کی جاتی ہے۔دونوں فقہی مذاہب کے اصول اور اجتہادی روایات کا مقایسہ کرتے ہوئے ان کی فرقات و اتفاقات ان دونوں کی تربیت، تاریخی ساقی، اور موقعی مضامین کی خصوصیات پر مبنی ہوتی ہیں۔

مصادر و مراجع

1) محمد ایوب سپرا، ائمہ اربعہ (سیرت،عقائد اور فقہی خدمات)، سبل السلام 452 نیو اقبال آباد ڈرگ روڈ کینٹ بازار، کراچی، اکتوبر 2009ء۔

2) احمد تیمور پاشا، علامہ، فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

3) محمد اسجد ترپاپ گڈھی، مولانا، ائمہ اربعہ کے مذاہب اور ان کے دلائل، دارالاشاعت دیوبند۔

4) احمد رضا خان، فتاوی رضویہ لاہور، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ۔

5) رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، فقہ اسلامی تدوین و تعارف، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی، 2008ء۔

6) میاں صدیقی، محمد، ڈاکٹر، اصولِ فقہ۔۔فقہ شافعی و حنبلی، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جون 2005ء۔

7) ندوی، محمد زید مظاہری، ائمہ اربعہ کی اہمیت اور فقہ حنفی کی خصوصیات، ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ، 1436ھ۔

8) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، خطباتِ بہاولپور، پیام قرآن۔